کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے قربانی کا

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ، کراچی

دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ بدی کی طاقتیں ابھرتی رہیں اور انسانیت کے مشترکہ مفاد کو تباہ و برباد کرتی رہیں۔ جب ہم لوٹ مار، ظلم وجور اور ہوسناکی کے ان واقعات کو دیکھتے ہیں جن میں صرف ذاتی مفاد کے چہرہ پر انسانی فلاح اور جمہور کے حقوق کے تحفظ کی نقاب ڈال کر سماجی گناہوں کا ارتکاب کیا گیا تو حیرت اور غم وغصہ کے ایک گہرے سمندر میں ہم ڈوبنے لگتے ہیں اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ جبر واستبداد اور ظلم وجور کے ان ہولناک طوفانوں میں انسانی زندگی کیوں کر اب تک باقی رہ سکی اور کس طرح یہ دنیا اس وقت تک اس قابل رہ گئی کہ اس میں رہنا اور جینا ممکن ہے۔ ساتھ ہی ہماری یہ حیرت اور پریشانی اس وقت بالکل ختم ہو جاتی ہے جب ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایسے تمام موقعوں پر کچھ عظیم تاریخی شخصیتیں سامنے آتی ہیں اور ان میں غیر معمولی دوراندیشی اور قوتِ عزم وعمل موجود ہوتی ہے اور وہ برائی اور گمراہی کے تباہ کن طوفانوں اور ظلم واستبداد کے دھارے کا رخ موڑ دیا کرتی ہیں۔ اور سسکتی ہوئی انسانیت میں ایک نئی روح پھونک دیتی ہیں۔

ان تمام عظیم شخصیتوں میں جنھوں نے اجتماعی مفاد کی بہتری اور انسانیت کی فلاح کے لئے کام کیا اور بدی کی پُرشکوہ طاقتوں کا مقابلہ کیا اور پھر اپنے مقصد میں فتح حاصل کی یہ امر مشترک ہے کہ ان میں کی ہر شخصیت نے اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی عیش وآرام کو جمہور کی بہبود اور نوع انسانی کے بنیادی مقاصد اور اس کی رہنمائی اور فلاح کے لئے قربان کر دیا تھا۔ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے جان ومال اور ہر اس ذاتی مفاد کی قربانی پیش کی جس کا پیش کرنا ان کے لئے ممکن تھا وہ خوف اور طمع کے مقابلہ میں سنگلاخ چٹانوں کی طرح کھڑے رہے انھوں نے اپنے عزم محکم اور سچائی کی بے پناہ طاقت سے اور غیبی رہنمائی کے سہارے سے کمزور انسانوں کی مدد کی اور آزادی ضمیر کا وہ حق جو ان سے زبردستی چھین لیا گیا تھا انہیں واپس دلوایا اور گمراہ نفوس کی ہر ممکن صورت سے ہدایت ورہنمائی کی اور یہ سب اس وجہ سے کہ خدا نے یہ نہیں چاہا کہ یہ دنیا ایک بدترین جگہ بن جائے یا یہ کہ نسل انسانی عیش پرست اور وحشی درندوں کی نسل بن کر رہ جائے۔ یہ عظیم شخصیتیں اس حقیقت پر یقین رکھتی تھیں کہ اس دنیا میں انسان صرف عیش وعشرت اور کھانے پینے کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اعلیٰ مقاصد اور بیش قیمت نظریات کی خدمت کرنا اور ان کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرنا اس کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اگر ایسے عزم وارادہ کے پکے اور سچے انسان نہ پیدا ہوتے تو یقیناً آج بھی انسانی زندگی وحشی اور جنگلی قوانین کی زنجیروں میں ایک کمزور قیدی کی حیثیت میں ہوتی اور انسان آزادیِ ضمیر اور اپنے انفرادی اور اجتماعی جائز حقوق کی طلب کا تصور بھی نہ کر سکتا اور پوری دنیا ایک ایسا جہنم بن کر رہ جاتی جہاں سماجی اور اخلاقی اصول بہیمیت کی آگ کے شعلوں میں جلتے رہتے۔

اعلیٰ مقاصد اور انسانی فلاح کے مقدس کام کے لئے جن تاریخی شخصیتوں نے قربانیاں پیش کر کے انسان کو نجات دی ان میں حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی ذات ایسی منزل پر ہے جہاں قربانی اور ایثار، خدمت اور جذبۂ دیانت کی وہ مثال قائم ہوئی جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے اوراق قاصر

ہیں۔ کسی تاریخی شخصیت کی عظمت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس بات کو بھی سمجھنا پڑے گا کہ اس مقصد کی حیثیت کیا تھی جس کے لئے اس نے قربانیاں پیش کیں اور جان و مال و اولاد کی بازی لگائی اور ساتھ ہی یہ کہ اس کے اس کردار کے اخلاقی رخ کیا تھے۔ ان باتوں کو پوری طرح سمجھ لینے کے بعد ہماری نگاہوں میں اس شخصیت کی صحیح عظمت سما سکتی ہے اور ہم اس کے اصلی مقام کو جان سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ اس بناء پر اگر ہم امام حسین علیہ السلام کی اس قربانی کے اخلاقی پہلو اور صحیح مقاصد کو نہ سمجھیں تو پھر اس قربانی کی وقعت ہمارے سامنے دو بادشاہوں اور دو لشکروں کی جنگ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ہمیں پوری دیانت اور سچائی سے اس حقیقت پر غور کرنا ہوگا کہ امام عالی مقام کی اس قربانی کا صحیح مقصد کیا تھا اور اس کے اخلاقی اور اسلامی پہلو کیا تھے۔ آپ نے صرف اپنی ہی جان و مال کی قربانی نہیں پیش فرمائی بلکہ اپنی اولاد، اپنے چاہنے والوں، اپنے ساتھیوں یہاں تک کہ چھ ماہ کے فرزند حضرت علی اصغرؑ کو بھی کربلا کے میدان میں اعلائے کلمۂ حق اور بقائے اسلام کی راہ میں قربان کردیا۔ اس جرأت و ہمت کے ساتھ جو پہلے کی طرح آج اور اب بھی اپنی آپ ہی مثال ہے۔ اتنی اہم قربانی اور ایسی عظیم خدمت کسی مقصد کے لئے ہوسکتی ہے جب کہ آپ کے لئے بہت ہی آسان بات تھی کہ آپ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے اور ہر طرح کے دنیاوی عیش و آرام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے مگر آپ نے اپنے وطن کو چھوڑا، خاندان سے جدا ہوئے، قبر رسولؐ کے فراق کو گوارا کیا اور ہر قسم کا ذہنی اور جسمانی سکون و راحت چھوڑ کر خون کی بارش اور موت کی گرج کے سامنے عورتوں، بچوں، ساتھیوں، عزیزوں اور ایک بہت ہی مختصر جماعت کے ساتھ آگئے۔ یہ اعلیٰ مقصد اور عظیم غرض صرف یہی تھی کہ اس وقت آپ اس کو اپنا فرض سمجھ رہے تھے کہ دیانت و اسلام اور سچائی کی صحیح خدمت صرف یہی ہے کہ آپ کربلا کی قربان گاہ پر اپنی ساری انمول قربانیاں پیش فرمادیں اور تحفظ اسلام کے لئے

اس ناپاک اور بے دین حکمراں سے ایک فیصلہ کن اور آخری جنگ کریں، وہ حکمراں جو نہ صرف خلیفۃ المسلمین بن جانے کی دھمکی دے رہا تھا بلکہ مسلمانوں کی رہبری کا دعوے دار بھی تھا اور دیانت کے چہرہ پر اپنے ناپاک سماجی اور سیاسی اصول کی نقاب ڈال کر اسلام اور اس کی روحانیت کو ہمیشہ کے لئے زمین میں دفن کردینا چاہتا تھا۔ 'اسلام و دیانت کے لئے جنگ' کا مطلب صرف یہ تھا کہ امام حسینؑ نے انسانیت کی بھلائی اور اس کی صحیح رہنمائی کے لئے جنگ کی تھی اور اسی اعلیٰ مقصد کے لئے قربانیاں پیش فرمائیں۔ یہ کوئی محدود اور جماعتی مقصد نہ تھا جس کا کسی خاص خاندان یا خاص خطّۂ زمین سے تعلق تھا بلکہ یہ اصول کی جنگ تھی، حق و باطل کی لڑائی تھی، دیانت اور بے دینی کی جنگ تھی۔ ایسی لڑائیاں جب بھی لڑی گئیں تو ان میں فتح و شکست کا معیار وہ نہ تھا جس کو عوام فتح و شکست سمجھتے ہیں۔ ان لڑائیوں میں نتائج اور مقصد کی بلندی اور سچائی کے لحاظ سے فتح و شکست کے اصول بنائے جاتے ہیں اور پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس مقصد کے لئے دو فریق نبرد آزما ہوئے تھے اس کے حصول میں کون سا فریق کامیاب رہا۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ظالمانہ طاقتوں کی بھوک اتنی شدید ہوا کرتی ہے کہ وہ ساری برائیوں کو نگل جاتی ہے (اپنا پیٹ بھرتی ہے)۔ یزید بھی ظلم و استبداد کی مکمل نمائندگی کررہا تھا، اسے مادّی اقدار کے حصول میں ابتدائی کامیابیاں حاصل ہوچکی تھیں، اُس نے سیاسی اقتدار کو غصب کرلیا تھا، اور رشوت، ناجائز دباؤ اور ظلم و مکاری سے اس نے لوگوں سے بیعت لے لی تھی سوائے چند افراد کے جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ ظلم و اقتدار کی نہ ختم ہونے والی بھوک ہی تو تھی جس کی وجہ سے اس نے اب نواسۂ رسولؐ کے سامنے بھی بیعت کا مسئلہ پیش کیا جس کا مطلب صاف تھا کہ آپ اس کی سرداری اور اقتدار کو دنیوی اور دینی حیثیتوں سے تسلیم کرلیں۔ جس کا نتیجہ صرف یہ تھا کہ امام حسینؑ ان تمام اخلاقی اور اسلامی قدروں اور سارے دینی تصورات اور حقیقتوں کو ترک (بقیہ۔۔۔صفحہ ۲۳ پر)

کسی مصنف کی اس سے قدیم تر نثر میں کوئی تخلیق دریافت نہیں ہوئی ہے۔ اس کی زبان اگرا چھی خاصی ترقی یافتہ ہے، تاہم ابھی اس کے اصول وقواعد مرتب نہیں ہوئے تھے۔

کربل کتھا بڑی گراں قدر کتاب ہے اس مختلف نقطۂ نظر سے بحث ونقد کے بہت سے انکشافات ہوئے ہیں۔ جناب ڈاکٹر آرزو صاحب نے مقدمہ میں اس کے محاسن ونقائص پر کافی بحث کی ہے۔ مترجم ومصنف سے جو غلطیاں ہوگئی ہیں، ان میں اکثر کی نشان دہی بھی کی ہے، مثلاً کمر اُدیم کو فضلی نے کمرادم پڑھا اور غلط ترجمہ کیا اور اعمش (سلیمان بن مہران) ان کے نسخے میں غالباً عمش تھا اور فضلی نے اس کا ترجمہ چچا کر دیا۔ امید کہ دوسرے ایڈیشن میں اس پر اور مزید روشنی پڑے گی۔ اور زیادہ مکمل ہوجائیں گے اور روایت ودرایت سے کل مقامات روشنی میں آجائیں گے۔

فضلی نے دوسری فصل ۲۳۳ میں سفینہ جناب کو آنحضرت کی کنیز لکھ دیا ہے اور اس کی 'ت' کو تاء تانیث سمجھے، حالانکہ یہ طلحہ کی طرح مرد کا نام ہے اور یہ جناب رسولؐ خدا کے مشہور صحابی وغلام تھے جس کا ذکر صحابہ (اصحاب) وغیرہ میں ملتا ہے۔ کربل کتھا ادارۂ تحقیقات اردو، پٹنہ سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی ہے۔

❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے قربانی کا

کردیں جن کے وہ امانتدار تھے اور جو انہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز تھیں اور اس کا دوسرا رخ بھی بالکل صاف تھا کہ اگر یہ بات ممکن نہ ہوسکے تو پھر آپ ہر اُس مصیبت اور آفت کو برداشت کریں جو ممکن ہوسکتی ہے۔ امامؑ عالی مقام اپنے فرض کو پوری طرح پہچانتے تھے، وہ اسلام کے اصول اور اس کی سچائی کے امین تھے، وہ اس دور میں تحفظِ ناموسِ اسلام کے لئے نواسۂ رسولؐ اور امام ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ ذمہ دار تھے، اس لئے انھوں نے اس بیعت کی طلب کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ ضمیر کی آواز اور احساسِ فرض کی شدت اُن کے عزمِ محکم کی بنیاد تھی اور ان تمام خوفناک نتائج کے مقابلہ میں بہت زیادہ قوی تھی جو شکست کے بعد دشمن درندوں کے ہاتھوں میدان کارزار میں برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ آپ نے نسلِ انسانی کو اپنی اس عظیم قربانی سے یہ بات پوری طرح سمجھا دی ہے کہ اپنا ذاتی مفاد، اور عزیزوں اور دوستوں یا اپنی اولاد اور رشتہ داروں کے مفاد اور ان کا آرام وراحت، ان میں سے کوئی چیز بھی سچے اصول اور پاک نظریات کے بچاؤ کے مقصد کے سامنے کسی قسم کی بھی وقعت نہیں رکھتی۔ کیا تشدد اور ظلم کے ہاتھوں میں زنجیریں ڈالنے کے لئے امام حسینؑ کی قربانی سے زیادہ اہم کوئی مثال ممکن ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب بالکل صاف ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس قربانی نے بتادیا کہ بدی کا مقابلہ ہر قیمت پر کس طرح کیا جاسکتا ہے اور چند افراد ٹڈی دل لشکروں کے مقابلہ میں کس طرح دیانت اور حق کی حمایت کا فرض ادا کرسکتے ہیں۔

❁❁❁